حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ ......احوال و آثار

محی الدین ابوبکر*

اللہ رب العزت کے آخری کلام قرآن مجید فرقان حمید کی ابتداء ایک دعویٰ اور اس دعویٰ کی دلیل سے ہوتی ہے۔ الحمد للہ دعویٰ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ رب العالمین ہے۔ تمام تعریفوں اور ستائشوں کی سزاوار وہی ایک ذات ہے اس لئے کہ وہ سب جہانوں کی پروردگار ہے۔

لفظ رب کے بارے میں کہا جاتا ہے''الرَّبُ فی الاَصلِ التَّربِیَۃُ وَھُوَ اِنشَاءُ الشیءِ حَالاً فحالا الی حدّ التمام'' (۱)

یعنی رب اصل میں تربیت ہے جس کے معنی کسی چیز کو تدریجاً نشو ونما دے کر حد کمال تک پہنچانا کے ہیں۔ اسی طرح کہا جاتا ہے''التَّربِیَۃُ وھی تَبلِیغُ الشیءِ اِلیٰ کَمَالِہ شَیئاً فشَیئًا'' (۲)

یعنی تربیت کسی چیز کو آہستہ آہستہ اس کے کمال تک پہنچانا ہے۔ علامہ آلوسی تربیت کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ ''تبلِغُ الشئی الی کمالہ بِحسَبِ اِستعدادِہِ الاَزلِیّ شَیئًا فَشَیئًا'' (۳)

یعنی کسی چیز کو اس کی ازلی استعداد وفطری صلاحیت کے مطابق آہستہ آہستہ مرتبہ کمال تک پہنچانا ہے۔

تربیت اور ربوبیت کے مفہوم میں یہ بات شامل ہے کہ''کسی چیز کو یکے بعد دیگرے، اس کی مختلف حالتوں اور ضرورتوں کے مطابق اس طرح نشو ونما دیتے رہنا کہ اپنی حدِ کمال تک پہنچ جائے۔ اگر ایک شخص بھوکے کو کھانا کھلا دے یا محتاج کو روپیہ دے دے تو یہ اس کا کرم ہوگا، جود ہوگا۔ احسان ہوگا۔ لیکن وہ بات نہ ہوگی جسے ربوبیت کہتے ہیں۔ ربوبیت کے لئے ضروری ہے کہ پرورش اور نگہداشت کا ایک جاری اور مسلسل اہتمام ہو اور ایک وجود کو اسکی تکمیل و بلوغ کے لئے وقتاً فوقتاً جیسی کچھ ضرورتیں پیش آتی رہیں ان سب کا سروسامان ہوتا رہے۔ نیز ضروری ہے۔ کہ یہ سب کچھ محبت و شفقت کے ساتھ ہو کیونکہ جو عمل محبت و شفقت کے

---

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج آف سائنس وحدت روڈ لاہور

عاطفہ سے خالی ہوگا ربوبیت نہیں ہوسکتا'' (۴)

انسان بہت ساری چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں بہت سارے نتائج اخذ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت ایسی صفت ہے جس کا احساس وشعور ہر انسان کو ہوتا ہے خواہ وہ کیسا ہی غبی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت ایک ہمہ گیر اور مسلمہ حقیقت ہے جس کا ہر شخص کو اعتراف ہے اللہ تعالیٰ عدم سے وجود بخشا اور اس وجود کی تمام تر ضروریات کو پورا کرتے ہوئے اسے قوت وطاقت کے عروج تک پہنچاتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

''اللّٰهُ الّذِی خَلَقَکُمْ مِنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً'' (الروم: ۵۴)

''(وہ) اللہ ہی ہے جس نے پیدا کیا ہے تم کو ناتواں پھر بخشی کمزوری کے بعد قوت''

اللہ تعالیٰ کو انسان کا کمال درکار ہے اس لئے کہ وہ رب ہے اور اس کی ربوبیت کا یہی تقاضا ہے۔ کسی بھی چیز کا کمال یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے اصل یعنی Origin تک پہنچ جائے۔

روح انسانی جو وجود انسانی کی علت ہے اس کی اصل کیا ہے وہ اس کے خالق نے ان الفاظ میں بتادی۔

''وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ'' (ص: ۷۲)

''اور میں نے پھونک دی اس میں اپنی روح میں سے''

لہذا اللہ نے اس بات کا انتظام وانصرام اس انداز میں فرمایا کہ زمین پر بھیجا جانے والا پہلا انسان صاحبِ وحی والہام تھا۔ یہ اک سلسلہ چلتا رہا۔ کڑی سے کڑی ملتی رہی، چراغ سے چراغ جلتا رہا، نور وہدایت کی کہکشاں بنتی رہی آخر کار آفتاب نبوت جلوہ فرما ہوا جس کی تابنا کیاں تاقیامت رہیں گی۔

نبیٔ رحمت ﷺ کے بعد تربیت وتزکیہ اور تبلیغ کا فریضہ ان کی امت کے سپرد کیا گیا۔ جو مسلسل ادا کیا جاتا رہا ہے۔ ان نفوس محمودہ میں ایک بہت نمایاں نام حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا ہے۔

ولادت باسعادت

آپ کی پیدائش ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۴ء پیر کے روز قصبہ نانوتہ ضلع سہارن پور (یو۔ پی) میں ہوئی۔ جو آپ کی نانہال تھی لیکن آبائی وطن تھانہ بھون ضلع مظفر نگر یو۔ پی ہے۔ (۵)

''آپ کا نام نامی آپ کے والد مرحوم نے امداد حسین رکھا تھا لیکن حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب نبیرۂ

شاہ عبدالعزیز صاحب نے امداد اللہ کے لقب سے ملقب فرمایا۔ چنانچہ اس نام کو حاجی صاحب نے بھی ترک کر دیا اور کتابوں نیز خطوط میں ہمیشہ امداد اللہ ہی لکھا'' (۶)

''آپ کا تاریخی نام ظفر احمد اور والد صاحب کا نام حافظ محمد امین بن شیخ بڈھا بن حافظ شیخ بلاقی تھا۔(۷)

آپ نسباً فاروقی تھے'' آپ کا سلسلۂ نسب پچیس واسطوں سے سلسلۂ تصوف کے مشہور بزرگ حضرت ابراہیم بن ادہم سے ملتا ہے'' (۸)

آپ کے نانا شیخ علی محمد صدیقی قصبہ نانوتہ کے باشندے تھے اور بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے قریبی عزیز تھے۔ والدہ محترمہ کا اسم گرامی بی بی حسینی تھا۔(۹)

'' حاجی صاحب کے دو برادر کلاں وایک برادر و ہمشیرہ خورد بھی تھیں۔ بڑے بھائی ذوالفقار علی و منجھلے فدا حسین نام تھے اور تیسرے خود حضرت الیشاں اور چھوٹے بھائی بہادر علی و ہمشیرہ بی بی وزیر النساء نام تھیں'' (۱۰)

تعلیم

''والدہ ماجدہ کو آپ سے بے انتہا محبت تھی اگرچہ آپ کے تین بھائی اور ایک بہن تھی مگر والدہ کو جو تعلق آپ سے تھا وہ دوسروں سے نہ تھا۔ اسی لاڈ پیار کی وجہ سے ابتدائی تعلیم سے بھی محروم رہے۔ ابھی عمر کی ساتویں منزل ہی میں قدم رکھا تھا کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا انہوں نے انتقال کے وقت خاص طور پر وصیت کی کہ کوئی میرے بعد اس بچے کو ہاتھ نہ لگائے اس وصیت کی تکمیل میں یہاں تک مبالغہ کیا گیا کہ کسی کو آپ کی تعلیم کی جانب توجہ نہ ہوئی بالآخر آپ خود ہی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔(۱۱)

بقول مولینا شیر کوٹی سن شعور کو پہنچنے پر خود مولانا کے اندر حصول علم کا ذوق پیدا ہوا۔(۱۲)

ہندوستان سے ہجرت کے بعد ۱۲۵۸ھ میں چند دن میں مکہ میں حفظ قرآن مکمل ہو گیا۔ سولہ سال کی عمر میں تقریباً ۱۲۴۹ھ میں مولانا مملوک علی (مولانا قاسم نانوتوی اور سرسید احمد خاں کے استاد) مشہور استاد وصدر شعبہ علوم شرقیہ دہلی کالج کے ہمراہ دہلی کے سفر کا اتفاق ہوا۔ اسی زمانے میں فارسی کی مختصر کتابیں پڑھیں اور کچھ علم صرف ونحو کا حاصل کیا۔ مولانا رحمت علی تھانویؒ سے ''تکمیل الایمان'' شیخ عبدالحق دہلوی کی قرأت اخذ کی اس کے بعد مشکوٰۃ المصابیح کا ایک چوتھائی حصہ مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادیؒ کے سامنے تلاوت کیا

امام ابوحنیفہؒ کی ''الفقہ الاکبر'' مولانا عبدالرحیم نانوتوی سے پڑھی۔(۱۳)

یہ ہر دو بزرگوار (مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی، مولانا عبدالرحیم نانوتوی) ارشد تلامذہ عارف مستغرق حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی کے تھے اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ خاتم دفتر ششم مثنوی مولانا روم علیہ الرحمہ و شاگرد حکیم امت محمدیہ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے تھے''۔(۱۴)

حاجی صاحبؒ نے اگرچہ رسمی طور پر تو زیادہ علم حاصل نہ کیا نہ کسی درس گاہ سے باقاعدہ کسبِ فیض کیا لیکن ان کا علم کس قدر تھا اس کے بارے میں دارالعلوم دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں:

''لوگ حاجی صاحب کے معتقد ہوئے زہد و تقویٰ سے کثرتِ عبادت سے یا کرامات سے اور میں معتقد ہوا علم سے۔ مزید فرمایا ہماری معلومات تو زیادہ ہیں مگر بصیرت قلب زیادہ نہیں اور حاجی صاحبؒ کے معلومات گو قلیل ہیں مگر بصیرت قلب بہت زیادہ ہے اس لئے ان کے جتنے علوم ہیں سب صحیح ہیں۔(۱۵)

ارواح ثلاثہ میں مولانا اشرف علی تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں حضرت حاجی صاحبؒ نے صرف کافیہ تک پڑھا تھا اور ہم نے اتنا پڑھا ہے کہ ایک اور کافیہ لکھ دیں مگر حضرت کے علوم ایسے تھے کہ آپ کے سامنے علماء کی کوئی حقیقت نہ تھی ہاں اصطلاحات تو ضرور نہیں بولتے تھے''(۱۶)

مولانا قاسم نانوتوی سے ایک شخص نے دریافت کیا'' کیا حاجی صاحبؒ عالم تھے؟ فرماتے ہیں۔

''عالِم ہونا کیا معنی اللہ کی ذات پاک نے آپ کو عالِم گر فرمایا ہے''(۱۷)

حاجی صاحبؒ کے علوم کا اندازہ اگر کسی کو کرنا ہو تو آپ کے ملفوظات، مکتوبات اور شرح مثنوی مولانا رومؒ کا مطالعہ کرے''ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ظاہری تعلیم اگرچہ قلیل تھی لیکن علم لدنی کے باعث آپ پر شریعت اور تصوف کے راز فاش کر دیئے گئے تھے''۔(۱۸)

بیعت وارادت

حصولِ علم کی غایت دنیا، اپنے آپ اور اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے جبکہ انسانوں کی وہ اکثریت جو علم سے متعلق ہوتی ہے وہ معلومات بہم پہنچاتی رہتی ہے اور غایتِ اصلی یعنی خداشناسی سے غافل اور محروم رہتی ہے۔ چھلکے کو کریدتی رہتی اور مغز کو کھودیتی ہے جبکہ حاجی صاحبؒ ''ابھی ظاہری تعلیم میں مصروف تھے کہ اللہ تعالیٰ

سے تعلق اور اس کی جستجو کا جوش و جذبہ دل میں پیدا ہوا'' (۱۹)

اور یہ حق کی جستجو غالباً اس بیعت تبرک کی وجہ سے تھی جس کے بارے میں فرمایا'' میں تین سال کا تھا کہ سید صاحب (سید احمد شہید) کی آغوش میں دیا گیا اور انہوں نے مجھ کو بیعت تبرک میں قبول فرمایا'' (۲۰)

'' اٹھارہ برس کی عمر میں آپ نے مولانا نصیر الدین نقشبندی مجددی کے ہاتھ پر بیعت کی جو شاہ محمد آفاق کے مرید و خلیفہ اور شاہ محمد اسحٰق کے داماد و شاگرد تھے۔ چند دن ان سے کسبِ فیض کیا اور پھر اجازت بیعت حاصل کی'' (۲۱)

ان کی شہادت کے بعد واپس 'تھانہ بھون'' آئے۔ پھر وہاں ایک عرصہ تک رہے پھر ''لوہاری'' پہنچے۔ وہاں شیخ نور محمد جھنجھانوی کی خدمت میں عرصہ تک رہے اور ان سے بھی خلافت حاصل ہوئی (۲۲)

اخلاق و عادات

حسن اخلاق انسانیت کا حسن ہے خوش اطواری مومن کا طرۂ امتیاز ہے۔ جس قدر کسی شخصیت کے اخلاق اچھے ہوں گے اسی اعتبار سے اس کی قدر و منزلت ہوگی۔ جتنا کردار مضبوط ہوگا اسی قدر وہ مؤثر ہوگا۔ پند و نصائح وہ کچھ نہیں کر پاتے جو کچھ حسن عمل کے طفیل ہو جاتا ہے اسی لئے انسانِ کامل ﷺ نے فرمایا:

اَکْمَلُ الْمُؤمِنِیْنَ اِیْمَاناً اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا (۲۳)

یعنی مومنوں میں سے ایمان میں کامل ترین وہ ہے جس کے اخلاق ان میں سے اچھے ہیں۔

جس طرح آفتاب کے غروب ہونے کے بعد شفق کی سرخی رہتی ہے اسی طرح کسی شخصیت کے اس دنیا سے جانے کے بعد اس کے اثرات رہتے ہیں جتنا اس کا کردار قوی ہوتا ہے اتنے ہی اس کے اثرات دیر پا ہوتے ہیں۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے تاریخ نے زمانے کے کئی نشیب و فراز کو اپنے دامن میں محفوظ کر لیا ہے لیکن ان کے اثرات اب بھی محسوس کئے جاتے ہیں جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ وہ بہت بلند کردار، خوب سیرت اور اخلاقِ حسنہ کے مالک تھے۔ اس کی تائید ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

'' حاجی صاحبؒ میں وہ شفقت و محبت امتیازی حیثیت سے موجود تھی جو ایک رہبر اور ولیٔ کامل میں اپنے معتقدین اور مریدین کے لئے ضروری تھی وسعت قلبی اور رواداری آپ کا خاصہ تھا، کسی کی دل آزاری آپ کو

قطعاً پسند نہ تھی۔ دیو بندی، بریلوی، اہلحدث، حنفی و شافعی ہر قسم کے لوگ آپ کے مرید و معتقد تھے۔ لیکن کسی کے مسلک اور نظریہ سے تعلق رکھتے تھے نہ اسے اس فکر کو ترک کرنے کی تلقین کرتے بلکہ اس کے برخلاف اگر یہ معلوم ہوتا کہ اس نے اپنا مسلک چھوڑ دیا ہے تو اس سے باز پرس کرتے ایک دفعہ ایک اہلحدیث آپ کے مرید ہو گئے ان صاحب کے متعلق آپ کو علم ہوا کہ اس نے آمین بالجہر اور رفع یدین ترک کر دیا ہے آپ نے بلایا اور دریافت کیا کہ تم نے یہ دونوں از خود ترک کی ہیں یا ہماری وجہ سے چھوڑی ہیں۔ اگر ہماری وجہ سے چھوڑی ہیں تو ایسا نہ کرنا۔ میں ترکِ سنت کا باعث کیوں بنوں سنت یہ بھی ہے اور وہ بھی۔'' (۲۴)

حاجی صاحب کے ہاں ادب کو غیر معمولی اہمیت حاصل تھی فرمایا ''حسنِ ادب ترجمانِ عقل ہے بلکہ **التصوف کُلہ' اَدَب**'' دیکھو حق تعالیٰ اہلِ ادب کی بزرگی کی مدح فرماتا ہے **ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللّٰہ اولئک الذین امتحن اللّٰہُ قلوبھم للتقوی لھم مغفرۃ و اجر عظیم**. جو کہ ادب سے محروم ہے وہ تمام خیر و برات سے محروم ہے اور جو کہ محروم از ادب ہے وہ قربِ حق سے محروم ہے۔ (۲۵)

حاجی عبدالرحیم بیان کرتے ہیں ''میں نے مدت تک حضرت صاحبؒ کی خدمت کی رات کو بھی دن کو بھی مگر کبھی پاؤں پھیلا کر سوتے نہیں دیکھا بلکہ پاؤں سمٹے رہتے تھے۔ بہت روز تک تو اس طرف التفات بھی نہیں ہوا جب عرصۂ دراز تک شاذ و نادر بھی پاؤں پھیلے ہوئے نہ دیکھے تب خیال ہوا کہ غالباً یہ قصداً ہے آخر حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضرت آپ پاؤں کیوں نہیں پھیلاتے۔ بھلا اس طرح سونے میں کیا نیند آتی ہوگی اور کیا آرام ملتا ہوگا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ جا باولے۔ تو آرام کو لیے پھرتا ہے تو نہیں جانتا کہ اپنے محبوب کے سامنے پاؤں پھیلانا بے ادبی ہے۔'' (۲۶)

رفق اور نرمی کا اخلاق حسنہ میں کیا مقام ہے محسنِ انسانیت ﷺ کے اس ارشادِ گرامی سے اندازہ کیجئے:

مَن یُحرَمُ الرِّفقَ یُحرَمُ الْخَیرَ (۲۷)

جو نرمی سے محروم ہے وہ خیر سے محروم ہے۔

حضرت صاحب میں نرم خوئی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ جس امر کے دونوں شق مباح ہوں اور حضرت صاحب کی رائے ایک شق کی طرف استحکام کے ساتھ قائم ہو جاوے اور کوئی شخص مشورۃً عرض کرے کہ حضرت

یوں مناسب نہیں فی الفور ارشاد فرماتے کہ اچھا جیسی مرضی ہو بلکہ بعض اوقات دوسرے وقت اپنی رائے کی مصلحتیں بھی بیان فرماتے اور کوئی عرض کرتا کہ پھر حضرت اسی طرح کرلیا جاوے تو فرماتے نہیں ہمارے دوستوں کی مرضی نہیں ہے جانے دو۔" (۲۸)

حاجی امداداللہ شریعت کے سخت متبع اور پابند تھے۔ ہر بات میں اتباع سنت کی فکر دامن گیر رہتی۔ اصحاب طریقت کے بارے میں یہ تصور بھی پایا جاتا ہے کہ وہ شاید شریعت کے پابند نہیں ہوتے اس سلسلہ میں فرمایا:

"لوگ گمان کرتے ہیں کہ طریقت شریعت سے جدا ہے بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے اقرار باللسان اشارہ طرف شریعت کے ہے اور تصدیق بالجنان سے مطلب طریقت ہے پس ایک بغیر دوسرے کے کام کا نہیں اقرار بدوں تصدیق نفاق ہے اون تصدیق بلا اقرار بیکار ہے۔ (۲۹)

مسلمانوں سے محبت اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضا ہے اور جس سے محبت ہو اس کا مفاد عزیز ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی آزادی جب انگریز کے ہاتھوں چھنی تو حاجی صاحبؒ مضطرب ہو گئے اور غاصب کے خلاف میدان کارزار میں اترنے کا فیصلہ کیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں نہ صرف شریک ہوئے بلکہ اس جنگ کی قیادت کی۔ قصبہ تھانہ بھون میں انگریز کے متوازی مسلمانوں کی حکومت قائم کی۔

کسی شخصیت کا حسن اور کمال اس میں مضمر ہوتا ہے کہ اس کے اندر تمام خوبیاں موجود ہوں۔ خوش طبعی بھی انسانی شخصیت کا ایک ضروری اور خوش گوار پہلو ہے۔ عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ اہم امور انجام دینے والے حضرات اس خصوصیت سے تہی دامن ہوتے ہیں۔ حاجی صاحبؒ کی طبیعت میں یبوست نہ تھی بلکہ ہم مرتبہ حضرات کی صحبت میسر آتی تو ہنسی مذاق کی باتیں بھی خوب ہوتیں۔ اس سلسلے میں ایک دلچسپ روایت بیان کی جاتی ہے۔

"صبح کے وقت حاجی صاحب اور ان کے ہم مرتبہ دوست بھنے ہوئے چنوں کا ناشتہ کیا کرتے تھے جن میں کشمش ملی ہوئی ہوتی تھی۔ یہ چنے ایک کھجالی میں محفوظ ہوتے تھے۔ ناشتے کے وقت کھجالی نکالی جاتی اور چنے حاصل کرنے کے لئے یہ حضرات خوب چھینا جھپٹی کرتے۔ صحن مین بھاگے بھاگے پھرتے۔ کسی کو اس بات کا خیال ہی نہ رہتا کہ وہ کس مرتبے اور کسی حیثیت کے لوگ ہیں"۔ (۳۰)

اسی طرح سے بیان کیا جاتا ہے "کسی کو بخار تھا۔ حاجی صاحبؒ نے فرمایا۔ اچھا ہوا پہلے تو مسلم تھے اب

بخاری بھی ہو گئے''۔(۳۱)

حضرت حاجی صاحبؒ میں ذوقِ عبادت بے پناہ تھا۔شب زندہ دار تھے۔ ہر وقت مجاہدات میں مشغول رہتے کہا جاتا ہے''حضرت حاجی صاحب خلقۃً ہی ضعیف نحیف اور خفیف اللحم تھے اس پر مجاہدات، ریاضات اور تقلیل طعام ومنام نے اور ان سب کے ساتھ سوز وعشق نے بدن کو ایسا گھلا دیا تھا کہ آخیر زمانہ میں کروٹ بھی بدلنی دشوار ہو گئی تھی''۔(۳۲)

حاجی صاحبؒ ایک متواضع شخصیت تھے تواضع فی الحقیقت انسانیت کی معراج ہے شاخِ ثمردار ہمیشہ جھکی ہوتی ہے ان کی تواضع کا ثبوت اس واقع سے بھی ملتا ہے۔

''بعض دفعہ آنے جانے والوں کے ہجوم سے بالخصوص ایام حج میں حضرت صاحب کو بہت زحمت ہوتی لیکن کبھی صراحۃً تو کیا اشارۃً بھی انقباض ظاہر نہیں فرمایا۔ایک مرتبہ بالکل قیلولہ کا وقت آ گیا اور حاضرین مجلس سے نہ اٹھے ایک خادم کو ناگوار ہوا اور اشارہ سے حاضرین کو اٹھانا چاہا آپ نے فراست سے دریافت فرمالیا کہ ایسا ارادہ ہے آپ نے فرمایا خبردار کسی کو کچھ مت کہو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت پھر آپ کو تکلیف جو ہوتی ہے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو کچھ تکلیف نہیں اور اگر کچھ تکلیف بھی ہو تو کیا ہوا طالبانِ حق کے لئے اس کو برداشت کرنا چاہئے اور میرے پاس رکھا کیا ہے کوئی دنیا کی دولت تو ہے نہیں محض حسنِ ظن سے میرے پاس آتے ہیں سو میں خواہ اچھا نہ ہوں مگر ان لوگوں کے اچھے ہونے میں کوئی شبہ نہیں کہ خدا کی طلب میں قدم اٹھا کر مجھ تک آتے ہیں اس لئے میں تو ان کے قدموں کی زیارت کو موجب نجات سمجھتا ہوں۔''(۳۳)

ہر مقام کے کچھ اصول ہوتے ہیں اس دنیا کا اصول یہ ہے کہ اشیاء کا وزن کششِ ثقل کی وجہ سے ہے جبکہ دوسری دنیا میں اعمال کا وزن اخلاص کے طفیل ہوگا۔کسی عمل کی تہہ میں جتنا زیادہ اخلاص کارفرما ہوگا اتنا ہی زیادہ اس کا وزن ہوگا۔اس لحاظ سے اخلاص اعمال کی جان ہے ہر وہ فرد جسے اللہ تعالیٰ نے عامۃ الناس کی فیض رسانی کے لئے منتخب فرمایا اسے اخلاص کی دولت سے نوازا۔حاجی صاحبؒ کا اخلاص اس سے واضح ہے۔

''حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میری نیت لوگوں کو بیعت کرنے میں صرف یہ ہے کہ بیعت ایک قسم کا مصافحہ ہے جس میں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتا ہے سو قیامت کے روز دونوں پیر ومرید میں سے جو شخص زور آور ہوگا وہ دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ کھینچ لے جاوے گا اور ظاہر ہے بروئے حدیث''سبقت رحمتی

ملی غضبی ''زود آور وہی ہوگا جو مرحوم ہو پس مرحوم اپنے ساتھ مغضوب کو رحمت کی طرف لے جاوے گا'' (۳۴)

حضرت حاجی صاحبؒ سیرت و کردار کا حسین مرقع تھے۔ اخلاقِ حسنہ کی طرف طبعی میلان اور اخلاق رذیلہ سے فطری نفرت تھی۔ اسوۂ رسول کو اپنا نصب العین بنائے رکھا۔ اس جہانِ خیر و شر میں خیر کی پشتی بانی کی۔ مخلوق کے لئے انفع ثابت ہوئے۔ روحانی طور پر مضطرب لوگوں کی دستگیری فرماتے رہے۔ بقول شورش کاشمیری مرحوم:

پیچ و خم کھاتی ہوئی راہوں کو چمکاتا رہا
مہرِ عالمتاب رنگ و بو برساتا رہا

روحانی مقام

حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے روحانی مقام کا اندازہ ان کے مرشد حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی کے اس ارشاد سے ہوتا ہے:

''ہم نے ایک ایسی ہنڈیا پکائی ہے جو اس سے پہلے کبھی نہ پکی تھی'' (۳۵)

حضرت میاں جی کے اس ارشاد میں حاجی صاحبؒ کے بلند مقام اور روحانی پختگی کی طرف اشارہ ہے اس پکی ہوئی لذیذ ہانڈی میں سے بڑے بڑے علماء اور صوفیاء نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق کھایا ہمیشہ کے لئے مخمور ہوئے اور حسب استعداد مقامات رفیع پر فائز ہوئے۔

''حاجی صاحب کے مریدوں مین یوں تو تقریباً پانسو علماء تھے اور عوام کی تعداد بتانا مشکل ہے''۔ (۳۶)

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو حضرت حاجی صاحبؒ کی طرف مائل کر دیا۔ عرب و عجم سے خلقِ خدا ان کے حلقہ میں داخل ہوئی۔ انوار العاشقین میں ہے۔

''حاجی امداد اللہ سے ایسا فیضان جاری ہوا کہ اکثر ممالک اسلامیہ ہندوستان، عربستان و ترکستان وغیرہ میں آپ کے خلفاء پہنچے اور ارشاد طریقت اور اشاعت اسلام و تعلیم سلوک سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں مصروف ہوئے، ایک عالم کو رنگ دیا'' (۳۷)

''حضرت حاجی امداد اللہ کا روحانی مقام اس بات سے واضح ہو جاتا ہے کہ ہندوستان کے تقریباً بڑے بڑے بلند پایہ علماء اور صلحاء آپ کے مرید تھے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب

بانی دارالعلوم دیو بند، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب، شیخ الحدیث و مدرس اوّل دارالعلوم دیو بند، مولانا فیض الحسن سہارنپوری مشہور ادیب واستاد شبلی، مولانا ذوالفقار علی صاحب شارح حماسہ، متنبی وغیرہ مولانا احمد حسن صاحب کانپوری، مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری، نواب حاجی مولوی محی الدین خاں مراد آبادی، علامہ عصر مولانا عبدالرحمن کاندہلوی، مولانا الحاج محی الدین خاں خاطر میسوری مصنف کتب کثیرہ، مولانا صفات احمد غازیپوری وغیرہ ھم'' (۳۸)

مولانا محمد ادریس کاندہلوی کے والد ماجد مولانا حافظ محمد اسماعیل کاندہلوی (۳۹) اور مولانا اشرف علی تھانوی شامل ہیں۔ (۴۰)

علمی و تصنیفی خدمات

حضرت حاجی صاحبؒ کی تصنیفات بنیادی طور پر دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ ہیں جو الفاظ و قرطاس کی شکل میں ہوتی ہیں دوسری وہ جو کردار و شخصیت کی صورت میں ہوتی ہیں۔ قاسم العلوم مولانا محمد قاسم نانوتوی۔ خزینۂ علم و معرفت، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا ذوالفقار علی شارح حماسہ و متنبی اور حکیم الملت، مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانویؒ آپؒ کی چند نمایاں چلتی پھرتی تصانیف تھیں۔

الفاظ و معانی جو آپ نے قرطاس پر منتقل کئے اگرچہ وہ مختصر ہیں مگر ان کے ایک ایک جملہ میں علماء و صوفیاء کے لئے حقائق اور معرفت کے خزانے بھر دیئے ہیں۔ آپ نے درج ذیل کتب و رسائل تحریر فرمائے۔

۱۔ حاشیہ مثنوی مولانا روم

مولانا جلال الدین رومی کے فکر و فلسفہ کو دنیائے علم و دانش میں ادب و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ علامہ اقبال کی شاعری اور ان کے فکر و فلسفہ کی بنیادیں مولانا رومؒ کی فکر سے وابستہ ہیں۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی مثنوی کا درس دیا کرتے۔ دوران درس آپ مثنوی کے اس نسخہ پر جو آپ کے زیر مطالعہ رہتا تھا اپنی یادداشتیں تحریر کرتے رہتے اور یہی حواشی ایک مختصر شرح کی صورت اختیار کر گئے۔ اگرچہ یہ حواشی نامکمل تھے لیکن شائع ہوئے اور بعد ازاں مفتی الٰہی بخش کاندہلوی نے اس کی تکمیل کی۔

۲۔ ضیاء القلوب (فارسی)   ۳۔ ارشاد مرشد (اردو)

۴۔ وحدت الوجود (فارسی)   ۵۔ گلزار معرفت (اردو کلام)

۶۔ ہفت مسئلہ (اردو) ۷۔ تحفۃ العشاق (اردو مثنوی)

۸۔ جہادِ اکبر (اردو مثنوی) ۹۔ غذائے روح (اردو مثنوی)

۱۰۔ دردنامہ غمناک (اردو کلام) ۱۱۔ مکتوبات (اردو، فارسی)

وفات حسرت آیات

موت ایک اٹل حقیقت ہے۔جس کا انکار اور جس سے مفر ممکن نہیں۔بقول شاعر

جو زندہ ہے وہ موت کی تکلیف سہے گا
جب احمد مرسل نہ رہے کون رہے گا

انسان کتنا بھی عظیم کیوں نہ ہو وہ بہر حال فانی ہوتا ہے کوئی انسان اس کارخانہ قدرت میں ناگزیر نہیں ہوتا۔انسان جب اس دنیا میں آتا ہے اس کا جانا اسی وقت ٹھہر جاتا ہے۔حضرت حاجی صاحبؒ بھی اس عالم رنگ و بو میں تشریف لائے اپنے وجود مسعود سے دنیا کو منور کرتے رہے بالآخر چوراسی سال تین ماہ بیس روز اس عالمِ تاریک کو منور فرما کر ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء بروز چہارشنبہ بوقت اذانِ صبح محبوب حقیقی سے واصل ہوئے اور اہل دنیا کو مفارقت کا داغ دیا۔ جنت المعلیٰ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی ثم المکی بانی مدرسہ صولتیہ کی قبر کے متصل دفن ہوئے۔(۴۱)

تاریخ کی آنکھ بہت عمیق و دقیق اور غیر متعصب ہوتی ہے مؤرخ کسی شخصیت کا مقام اس کے مثبت اور منفی اثرات کا بے لاگ تجزیہ کرنے کے بعد متعین کرتا ہے عظیم شخصیت وہ نہیں ہوتی جو محض ہنگامہ خیز ہو، جو ہیجان پیدا کردے جو Haves اور Have nots کو باہم گھتم گتھا کردے، بلکہ عظیم شخصیت وہ ہوتی ہے جس کے مثبت اثرات مرتب ہوتے رہیں قدرت نے حضرت حاجی صاحبؒ کو حضرت شاہ ولی اللہؒ کا دردِ دل اور بصیرت اور سید احمد شہیدؒ کا جذبۂ جہاد عطا فرمایا تھا جس کے اثرات اب بھی محسوس کئے جاتے ہیں ان کے اثرات کے بارے میں کہا جاتا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے انہیں دل و دماغ کی بہت سے خوبیوں سے نوازا تھا۔وہ انیسویں صدی کی تین عظیم الشان تحریکوں کا منبع ومخرج تھے۔

۱۔ مسلمانوں کی دینی تعلیم کو فروغ دینے کے لئے جو تحریک انیسویں صدی میں شروع ہوئی جس نے بالآخر

دیوبند کی شکل اختیار کی ان ہی کے خلفاء و مریدین کی پُر خلوص جدوجہد کا نتیجہ تھی۔ مولانا رشید احمد گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ) مولانا محمد قاسم نانوتوی (المتوفی ۱۲۹۷ھ) مولانا محمد یعقوب نانوتوی اور حاجی محمد عابد ان کے خلفاء تھے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا محمد قاسمؒ کے جانشین تھے۔ ان ہی بزرگوں کی کوششوں سے دینی تعلیم کا چرچا ہوا۔

۲۔ باطنی اصلاح و تربیت کے لئے انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع میں دو بزرگوں کی کوششیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں مولانا اشرف علی تھانویؒ حاجی صاحبؒ کے خلیفہ تھے۔ نصف صدی سے زیادہ انہوں نے ایک پرانے قصبہ کی ایک کہنہ مسجد کے گوشہ میں بیٹھ کر مسلمانوں کی زندگی کے مختلف گوشوں میں اصلاح کا کام کیا۔

مولانا محمد الیاسؒ، مولانا رشید احمد گنگوہی کے مرید تھے جو دینی بصیرت اور جذبہ اللہ نے انہیں عنایت فرمایا تھا۔ اس کی مثال اس عہد میں مشکل سے ملے گی۔

۳۔ انیسویں صدی کی تیسری اہم تحریک، آزادئ وطن کی تھی اس سلسلہ میں خود حاجی صاحبؒ اور ان کے منسلکین نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ ہندوستان کی تاریخ میں آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں غدر کے زمانے میں تھانہ بھون کا انتظام حاجی صاحبؒ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور خود دیوانی اور فوجداری کے مقدمات فیصل فرماتے تھے آزادئ وطن کے جس جذبے نے حاجی صاحبؒ کے قلب و جگر کو گرمایا تھا وہ شیخ الہند مولانا محمود حسن کے پہلو میں ایک شعلہ بن گیا تھا وہ اور ان کے رفقاء اور تلامذہ نے ہندوستان سے انگریزی حکومت کا اقتدار ختم کرنے کے لئے جن مصائب کا سامنا کیا، تاریخ ہند کا کوئی دیانتدار مؤرخ ان کو بھلا نہ سکے گا'' (۴۲) اور بقول شاعر:

بوذر و سلمان کے اوصاف کا مظہر تھا وہ
اس صدی میں غیرت اسلام کا پیکر تھا وہ

****

حوالہ جات

۱۔ راغب، اصفہانی امام' مفردات القرآن، بیروت: دارالمعرفۃ، ص۱۸۴

۲۔ القاسمی، جمال الدین محمد تفسیر قاسمی (محاسن التاویل) بیروت: دارلفکر ۱۹۷۸ء، ج ا ص ۸

۳۔ آلوسی، محمود ابوالفضل' شہاب الدین۔روح المعانی ج ۷، ۷ بیروت: داراحیاء التراث العربی، ص ا

۴۔ آزاد، ابوالکلام، مولانا ام الکتاب لاہور: اسلامی اکادمی ۱۹۷۵ء، ص ۳۰

۵۔ انوارالحسن، شیرکوٹی، پروفیسر حیات امداد' کراچی: مدرسہ عربیہ ۱۹۶۵ء، ص ۵۴

۶۔ شیرکوٹی' کتاب مذکور، ص ۵۳

۷۔ شیرکوٹی' کتاب مذکور، ص ۵۴

۸۔ ارشد عبدالرشید' بیس بڑے مسلمان، لاہور مکتبہ رشیدیہ، ص ۸۴

۹۔ زیدی' نظیر سید' حاجی امداداللہ مہاجر مکی' سیرت وسوانح' لاہور: منصورہ ادارہ معارف اسلامی، ص ۵۰

۱۰۔ صادق الیقین شمائم امدادیہ شاہ کوٹ (شیخوپورہ) کتب خانہ شرف الرشید، ص ۶

۱۱۔ ارشد' کتاب مذکور، ص ۸۴

۱۲۔ شیرکوٹی' کتاب مذکور، ص ۵۴

۱۳۔ شیرکوٹی' کتاب مذکور، ص ۵۴، ۵۵

۱۴۔ صادق الیقین' کتاب مذکور، ص ۸

۱۵۔ تھانوی، اشرف علی مولانا' معارف امدادیہ' لاہور: مکتبہ رشیدیہ ۱۹۷۷ء

۱۶۔ تھانوی، اشرف علی مولانا' ارواح ثلاثہ' کراچی: دارالاشاعت، ص ۱۷۲

۱۷۔ ایضاً امدادالمشتاق جہلم بک کارنر پرنٹرز ۲۰۰۰ء، ص ۱۰ و شمائم امدادیہ، ص ۱۱

۱۸۔ شیرکوٹی' کتاب مذکور، ص ۵۵

۱۹۔ تھانوی اشرف علی مولانا' امدادالمشتاق، ص ۷

۲۰۔ صادق الیقین' شمائم امدادیہ ۵۳

۲۱۔ تھانوی اشرف علی مولانا' امدادالمشتاق، ص ۷

۲۲۔ فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور ان کے خلفاء، کراچی: مجلس نشریات اسلام، ص۱۰

۲۳۔ ابو داؤد سلیمان ابن الاشعث السجستانی، سنن ابی داؤد کتاب السنۃ بیروت دار احیا السنۃ النبویۃ، ج ۴ ص ۲۲۱

۲۴۔ شیر کوٹی، حیات امداد، ص۸۲

۲۵۔ صادق الیقین، شمائم امدادیہ ص۲۹

۲۶۔ تھانوی، اشرف علی مولانا، کمالات امدادیہ لاہور مکتبہ الفرقان، ص۹

۲۷۔ مسلم امام صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل الرفق ۱۶

۲۸۔ کمالات امدادیہ ۱۶

۲۹۔ صادق الیقین، شمائم امدادیہ ۴۲

۳۰۔ زیدی نظیر سید، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سیرت وسوانح، ص۶۲

۳۱۔ تھانوی، اشرف علی مولانا معارف امدادیہ، ص۱۷۵

۳۲۔ ذکریا محمد مولانا، تاریخ مشائخ چشت، کراچی: مکتبہ الشیخ، ص۲۶۶

۳۳۔ کمالات امدادیہ، ص۱۵، ۱۶

۳۴۔ کمالات امدادیہ، ص۲۸

۳۵۔ شیر کوٹی، حیات امداد، ص۱۷۵

۳۶۔ شیر کوٹی، حیات امداد، ص۸۳

۳۷۔ الحسینی نفیس سید، احوال وآثار شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، لاہور: انجمن ارشاد مسلمین

۳۸۔ شیر کوٹی حیات امداد ص۵۹

۳۹۔ صدیقی، محمد میاں، تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، لاہور: مکتبہ عثمانیہ

۴۰۔ ارشد، بیس بڑے مسلمان، ص۳۱۶

۴۱۔ فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور ان کے خلفاء، ص۱۴

۴۲۔ نظامی، خلیق احمد، تاریخ مشائخ چشت، کراچی: مکتبہ عارفین ۱۹۷۵ء، ص۲۳۳، ۲۳۴